

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

تم جو ملے

شاعر عبدالقیوم



فجر کے بعد وہ تلاوت کر رہی تھی جب دروازے پر دستک کے بعد سائل نے آواز لگائی، وہ قرآن پاک بند کرتے ہوئے اٹھی اور پیسے لے کر دروازے کی طرف بڑھی۔

پیسے پکڑتے ہوئے اس شخص نے اس کی انگلیوں کو چھوا تو اسے جیسے کرنٹ لگا تیزی سے ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے وہ درشتی سے بولی۔

”گھٹیا آدمی۔۔۔ تم بھیک کے نہیں جوتوں کے لائق ہو۔۔۔ اگر دوبارہ میرے گھر کے سامنے صدا لگائی تو سر پھاڑ دوں گی تمہارا۔“

”کیا ہوا بی بی؟“ ڈھٹائی سے دانت نکالتا وہ بولا۔

”دفع ہو یہاں سے۔۔۔ نظر مت آنا آج کے بعد۔۔۔“ دروازہ پٹخ کر وہ تخت پہ بیٹھ گئی اور ترجمی نظروں سے قرآن کی طرف دیکھا۔

”اللہ جی! میں شکوہ نہیں کر رہی، بس یونہی کہہ رہی ہوں آپ سے۔۔۔ ماں، بابا میں سے کسی ایک کو تو ہمارے ساتھ رہنے دیتے۔ شاید تب زندگی اتنی مشکل نہ لگتی، لوگ مفت کا مال سمجھ کر ہاتھ صاف کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ کب تک میں اپنی اور ان کی حفاظت کروں۔“ غم آنکھیں کمرے کے دروازے کو چھو کر پلٹ آئی جہاں زل اور زیان بے فکری کی نیند سو رہے تھے۔

◆◆◆

اس نے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے بیگز شیفت پر رکھے اور گہری پر تھکن سانس لیتے ہوئے وہیں کرسی پہ بیٹھ گیا۔۔۔ فجر کے بعد سے وہ مسلسل کسی نہ کسی کام میں مصروف تھا لیکن کسی نے اسے کھانے کو نہیں پوچھا تھا۔

اس نے خود ہی فریج سے کھانا نکال کے گرم کیا اور ابھی پہلا نوالہ اس کے ہاتھ میں تھا جب سامعہ کچن میں داخل ہوئی۔

”تم ابھی تک کھانا کھا رہے ہو حاشر۔۔۔؟“ بھول گئے ہمیں ایئر پورٹ کے لیے نکلنا ہے، میری فلائٹ مس کروانے کا ارادہ ہے، جلدی ختم کرو۔۔۔ میں انتظار کر رہی ہوں تمہارا لان میں۔“ کہہ کر وہ موبائل پر کسی سے بات کرتے باہر نکل گئی۔

”اللہ میں تو ہمیشہ انسانوں کا محتاج نہ ہونے کی دعا کرتا تھا۔۔۔ اور آپ نے مجھے تنہا کر کے ان کے در پہ ڈال دیا کہ لو جیسا چاہے سلوک کر دے اس کے ساتھ۔۔۔ بچپن سے ماں کی متا سے محروم رہا اور پھر باپ کی شفقت بھی چھین لی آپ نے۔۔۔ کم از کم ان کے ساتھ اس چھوٹے گھر میں رزق چاہے کم تھا لیکن محبت اور عزت تو تھی۔۔۔“ بے دلی سے نوالے منہ میں ڈالتے ہوئے وہ اللہ سے شکوے کر رہا تھا۔

”تم لوگ ابھی تک گئے نہیں۔۔۔؟“ ممانی کی آواز پر وہ رکا۔

”بس جا رہا ہوں ممانی۔۔۔ بھوک لگی تھی تو سوچا کچھ کھا لوں۔“

”ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ جلدی واپس آنا، مجھے پارلر بھی جانا ہے۔“ وہ تخت سے بولی۔

◆◆◆

”جی بہتر۔۔۔“ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

میں رکھا۔۔۔ گھر کو تالا لگا یا اور روڈ پر بس کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔۔۔ جب دو آدمی غیر محسوس طریقے سے اس کے پاس آئے کھڑے ہو گئے۔

وہ الٹ ہو کر تھوڑا آگے ہو گئی۔

”گھبرا کیوں رہی ہو شہزادی۔۔۔ ہم کوئی بھوت تھوڑی ہیں۔۔۔“ خیانت سے بولتا وہ آدمی اسے زہر لگا۔

”میں بھوتوں سے نہیں، کتوں سے گھبراتی ہوں جو صرف بھونکتے ہی نہیں، کاٹ بھی لیتے ہیں۔۔۔“ بہادری سے چبا چبا کر بولی لیکن اپنی پشت پر ریختے سینے سے وہ واقف تھی۔

”ہا ہا ہا۔۔۔“ چیکھی ہے بہت۔۔۔“ ہاتھ پر ہاتھ مار کے وہ ہنسے تو اس کا ضبط جواب دے گیا۔

”اتنی تیکھی کافی ہے یا اور چاہیے۔۔۔“ بیگ سے پیپر اسپرے نکال کے وہ مڑی اور پھر نوزل سے انگلی ہٹاتا بھول گئی۔

وہ دونوں گالیاں بکتے ہوئے ادھر ادھر ہاتھ مار رہے تھے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ کیا کر رہی ہیں آپ یہاں۔۔۔؟“ حاشر نے بایک اس کے نزدیک روکی۔

”گھر چلو بتاتی ہوں۔۔۔“ وہ پیدل چل پڑی اور وہ بایک گھینٹے اس کے پیچھے۔ کیونکہ جانتا تھا وہ اس کے پیچھے نہیں بیٹھے گی۔

”ارے حاشر میاں۔۔۔ کانی دنوں بعد دیکھا تمہیں۔۔۔“ مولوی صاحب نے آواز لگائی تو وہ رکا۔

”آپ چلیں۔۔۔ میں آتا ہوں۔۔۔“ زرش سے کہہ کر وہ مڑا۔ جس نے سامنے بالکنی

میں کھڑی نصرت آپا کی عجیب نظروں کو ان دیکھا کیا اور اندر مڑ گئی۔۔۔ حاشر مینے بعد چکر لگاتا تھا اور اکثر دروازے سے ہی کام پوچھ کر چلا جاتا مگر محلے والوں کے بہتان اسے سننے پڑتے تھے۔ وہ تنگ آچکی تھی اس زندگی سے۔۔۔ ہر کام کے لیے اسے خود خوار ہونا پڑتا۔

”السلام علیکم مولوی صاحب۔۔۔ بس وقت ہی نہیں ملا۔۔۔ آج چھٹی تھی تو سوچا چکر لگا لوں۔“ بایک دیوار کے ساتھ کھڑی کر کے وہ بولا۔

”علیکم السلام۔۔۔ جیتے رہو، کل مسجد آنا۔ ضروری بات کرنی ہے تم سے بیٹا، کافی دنوں سے سوچ رہا ہوں۔۔۔ تم نظر ہی نہیں آئے۔“

”جی جی میں حاضر ہو جاؤں گا کل ان شاء اللہ۔۔۔“

”ٹھیک ہے کل ملتے ہیں۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے تو وہ پرسوج نظروں سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

دستک کے لیے اس نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا جب ماموں کی کال آ گئی۔۔۔ جلدی گھر پہنچنے کا حکم دے کر انہوں نے فون بند کر دیا تو وہ گہری سانس لیتا وہیں سے پلٹ گیا۔۔۔!!

◆◆◆

وہ عشاء کے بعد جائے نماز پر ہی بیٹھی تھی جب دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی۔

گیارہ بج رہے تھے۔۔۔ اس کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔۔۔

”کون ہے۔۔۔؟“ وہ دروازے سے چند قدم دور رہی رک گئی۔

دستک پھر ہوئی۔

”کون ہے۔۔۔ بولتا کیوں نہیں۔۔۔“

دہشت سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

باہر خاموشی چھا گئی۔۔۔۔۔ وہ دروازے کے قریب ہوئی تو دو آدمیوں کی سرگوشیاں سنائی دیں۔ اس نے ہمت کی اور دیوار کے پاس پڑی ٹوٹی اینٹیں اٹھا کر دیوار کے پار چھینکی۔۔۔۔۔ دور جاتے قدموں کی آواز پر وہ وہیں ڈھس گئی۔۔۔۔۔

”اللہ۔۔۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔۔۔ کس کو بتاؤں۔۔۔۔۔ آپ کے سوا کوئی میرا نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ میری عزت کی حفاظت کریں۔۔۔۔۔ آپ میرے ساتھ رہیں۔۔۔۔۔ میرے ساتھ رہیں۔۔۔۔۔ میرے ساتھ رہیں۔۔۔۔۔ وہ زمین پر جھکی سکتی ہوئی ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔

رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ رونے سے آنکھیں متورم اور رنج سے سرخ ہو رہی تھی۔ ”آپ کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ بتائیں نا آپ۔۔۔۔۔ زل بار بار اس کے چہرے کو بے چینی سے دیکھتی پوچھ بیٹھی۔

”کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔ طبیعت صحیح نہیں میری۔۔۔۔۔“

”چلیں میڈیسن لے کر آتے ہیں۔۔۔۔۔“

زیان ناشتہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تو اسے بے ساختہ اس پر پیارا آیا۔

”میری جان! میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ ٹیبلٹ لی ہے۔۔۔۔۔ تم دونوں کے آنے تک بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔۔۔۔“

”آپ ہماری بات بالکل نہیں مانتی۔۔۔۔۔“ وہ منہ پھلا کر بیگ لینے کمرے میں چلا گیا۔

اسے منانے کے لیے وہ اٹھی تھی جب

دستک ہوئی۔۔۔۔۔ وہ لڑ گئی۔

”پوچھ کر کھولنا۔۔۔۔۔“ زیان کو پیچھے سے آواز لگائی۔

”حاضر بھائی۔۔۔۔۔ کتنے دنوں بعد آئے ہیں۔۔۔۔۔ ہم دونوں کب سے انتظار کر رہے تھے۔۔۔۔۔“ وہ دونوں اس سے لپٹ گئے۔

”آج کی شام تم دونوں کے نام۔۔۔۔۔“ چلو تم لوگوں کو دیر ہو رہی ہے۔۔۔۔۔“ وہ دونوں ہنستے ہوئے نکل گئے تو وہ دروازہ بند کر کے اس کی طرف آیا۔

”آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔۔۔۔۔؟“

”کل رات۔۔۔۔۔“ کانپتی آواز اور بھیگی آنکھوں سے وہ بنا اسے دیکھے سب بتا گئی۔

”آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔۔۔۔۔؟“

”کیسے بلاتی۔۔۔۔۔ پہلے ہی لوگ تمہارے آنے کو غلط نظروں سے دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ آدھی رات کو آتے تو یہ فرشتہ صفت لوگ اس بے حیائی کو کیسے دیکھتے۔۔۔۔۔“ وہ سختی سے بولی تو وہ خاموشی سے تخت پر بیٹھ گیا۔

”فجر کے بعد مولوی صاحب نے بھی یہی کہا۔۔۔۔۔“

”مجھ سے۔۔۔۔۔ کہ لوگ باتیں کر رہے ہیں ہم دونوں کے بارے میں۔۔۔۔۔ میرے یہاں آنے سے آپ کا کردار بھی مشکوک ہو رہا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں۔۔۔۔۔“

وہ رکا تو زرش جو حیرت سے اسے سن رہی تھی بے چینی سے بولی۔

”کیا کہا انہوں نے۔۔۔۔۔؟“

”کہہ رہے تھے آپ سے نکاح کر لوں۔۔۔۔۔“ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ چند لمحے سر جھکائے کھڑی رہی پھر بولی۔

”مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔ میں ڈر گئی ہوں

کل کے بعد، میں نہیں رہ سکتی تھا، کب تک اپنی اور ان دونوں کی حفاظت کروں گی۔ مجھے سہارا چاہیے اور ساتھ بھی۔“

”میرے پاس گھر نہیں ہے۔۔۔۔۔ بابا کے گھر پر چچا نے قبضہ کر لیا۔۔۔۔۔ اور جہاں رہتا ہوں وہاں میری حیثیت نوکر جیسی ہے۔۔۔۔۔“

”اس کی فکر مت کرو تم۔۔۔۔۔ ہم یہیں رہیں گے اسی گھر میں۔۔۔۔۔“

”لوگ بہت باتیں۔۔۔۔۔“

”لوگوں کی فکر مت کرو تم۔۔۔۔۔ ان کا کام ہے باتیں بنانا، مجھے آج ہی نکاح کرنا ہے۔ تم یہیں رہو گے ہمارے پاس۔“ اس کی بات کاٹ کر وہ بولی۔

”تو یہ لڑکی! اتنی بے تاب۔۔۔۔۔“ وہ ہنسا تو وہ خواخوہش مندہ ہوئی۔

”سچ کہوں تو میں ڈر گئی ہوں۔۔۔۔۔ یہ دیوار تو کوئی بھی آسانی سے پھلانگ سکتا ہے۔ اگر آج تم نہ آتے تو میں شاید خالہ کی طرف چلی جاتی، اس گھر میں تنہا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اب میں۔۔۔۔۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ آپ پریشان مت ہوں۔ میں ماموں سے بات کر کے نکاح کے انتظامات کر کے آتا ہوں۔ وہ تو خوش ہوں گے کہ بوجھ اترے گا ان کے سر سے۔“ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ بولا۔

”بوجھ تو لڑکیوں کا ہوتا ہے جس کو سر سے اتارا جاتا ہے۔۔۔۔۔“

”نہیں زری۔۔۔۔۔ بوجھ ان کا ہوتا ہے جنہیں دل قبول نہ کرے۔۔۔۔۔“ وہ مجھے خواخوہش کی ذمہ داری سمجھتے ہیں جو ان کے گلے پڑ گئی۔۔۔۔۔ بوجھ محتاج لوگوں کا ہوتا ہے۔

بوجھ ان کو سمجھا جاتا جن کا۔۔۔۔۔“

”اچھا اچھا بس کرو۔۔۔۔۔ میں نے کچھ کھایا نہیں ہے ابھی تو یہ سب ہضم نہیں ہو رہا، جم جاؤ جلدی۔“ اس کی اداسی محسوس کرتے ہوئے وہ اس کی بات کاٹ کر تیز تیز بولی اور دروازہ کھول دیا۔

”جا رہا ہوں لیکن واپس آنے کے لیے۔۔۔۔۔“ وہ مسکرا کر دروازہ پار کر گیا۔

ماموں میں زرش سے شادی کر رہا ہوں۔

”بھاگ بھاگ کر جانا تھا وہاں، میں نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا آپ کو کہ کوئی چکر چل رہا تھا، اس کے در حیاں والے چالاک لوگ ہیں۔ دیکھو کیسے لڑکی نے پھنسا لیا اسے۔۔۔۔۔“ ممانی نے طنزیہ انداز میں کہا تو مرتضیٰ صاحب نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

”پوچھ رہے ہو یا بتا رہے ہو۔۔۔۔۔؟“

”بتا رہا ہوں۔“

”وہ لڑکی اس گھر میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔۔ میں نے یتیم، مسکین لوگوں کو پالنے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔۔۔۔۔ گھر اور نوکری ڈھونڈ لو پھر شادی کر لیا۔“ وہ اب سگریٹ سلگا رہے تھے۔

”آپ فکر نہ کریں، زری بھی یہاں نہیں آتا جانتی۔۔۔۔۔ میں اس کے ساتھ ہی رہوں گا اور نوکری بھی مل جائے گی جلدی۔۔۔۔۔ سامان لینے آیا تھا بس یہاں۔۔۔۔۔ آپ آئیں گے شام کو نکاح میں تو ہمیں اچھا لگے گا۔“ زری سے کہتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گیا۔

”دیکھا آپ نے کتنا تیز نکلا ہے۔۔۔۔۔ آپ خواخوہش اسے معصوم سمجھتے تھے۔۔۔۔۔ اور پائیں مفت خورے کو، یہ صلہ دیا ہے اس نے۔۔۔۔۔“ ممانی کی آواز نے کمرے تک اس کا پیچھا کیا مگر

آج اسے فرق نہیں پڑا۔
 ”واہ کزن تم تو بہت سمجھدار ہو میں یونہی
 تمہیں بے وقوف سمجھتی رہی۔۔۔ لڑکی اور گھر
 مل گیا، دو بچے بھی مفت میں۔۔۔“ حاشر نے
 سامعہ کو دیکھا اور بنا کچھ کہے دروازہ پار کر گیا۔



بارش کے بعد موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ زرش
 نے چائے بنائی اور چھت پر آگئی۔ حاشر سامنے
 دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔
 ”ٹرے دیوار پر رکھ کر وہ دیوار سے ٹیک لگا
 کر کھڑی ہو گئی۔

”کس کو سوچ کے مسکرا رہے ہو اتنا۔۔۔؟“
 ”ہے کوئی۔۔۔ بہت خاص، بہت
 پیاری۔۔۔“
 ”میں تو ابھی تمہیں پیاری نہیں لگی“
 ”تم تو اچھی ہونا!“

صحیح ہے۔۔۔ تم مردوں کو محبوبا میں ہی
 پیاری لگتی ہیں، بیویاں نہیں۔۔۔ وہ منہ پھلا کر
 بولی۔

”آپ جیلس ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔“
 ”بالکل نہیں۔۔۔۔۔“

ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔ دیکھیں! اسمیل بھی آ
 رہی ہے۔۔۔۔۔ اس کی طرف جھک کر گہری
 سانس لیتے ہوئے وہ ہنسا۔

”ایویں بس کچھ بھی۔۔۔۔۔“ اس نے ہنسی
 چھپانے کو کپ اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

”آپ کو پتا ہے میں بہت خوش قسمت ہوں
 زرش جو آپ ملی ہیں مجھے۔۔۔۔۔“

واقعی؟؟؟؟

”ہاں۔۔۔۔۔ میں اظہار کے معاملے میں
 نکما ہوں۔ آپ کو بتا نہیں سکتا۔۔۔۔۔ کتنی
 خوبصورت ہیں آپ، کتنی اہم ہیں میرے

لیے۔۔۔۔۔ آپ کے ساتھ ہنستا ہوں تو زندگی
 مکمل لگتی ہے۔ جب سے آپ ملی ہیں، اللہ سے
 شکوے کرنا بھول گیا ہوں۔۔۔۔۔“ زرش چائے
 پینا بھول گئی تھی۔۔۔۔۔ چند لمبے اسے دیکھنے کے
 بعد اس نے نظریں ڈوبتے سورج پر جمادی۔

”حاشر تمہارے ساتھ نے مجھے مکمل کر دیا
 ہے۔ تم میری ذات کا وہ گمشدہ حصہ ہو، جس کے
 بنا میں ادھوری زندگی جی رہی تھی۔۔۔“ سورج
 سے نگاہیں ہٹا کر حاشر کی آنکھوں میں دیکھتے
 ہوئے بولی تو وہ مسکرا اٹھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس
 کے چہرے پر چھو لٹ پرے کی اور بولا
 ”ایک بات کہوں؟؟؟؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ کہو۔۔۔۔۔“
 ”آپ بہت گستاخ ہو یا۔۔۔۔۔ شوہر کو
 تم کون کہتا ہے بھلا۔۔۔۔۔“ وہ معصوم سی شکل بنا
 کر بولا۔

”ہا ہا ہا تمہاری وہ کہتی ہے۔۔۔۔۔ اور اس تم
 میں تمہارے لیے کتنی محبت ہے، تم جان لو تو خود
 کہو کہ اے جان بہار! تم کہو مجھے، بار بار، ہزار
 بار۔۔۔۔۔“ وہ کھلکھلاتے ہوئے اس کے کاندھے
 پر سر ٹکا گئی۔۔۔۔۔ زندگی ہمیشہ مشکل نہیں رہتی،
 وقت بدل جاتا ہے، محرومیاں ختم ہونے لگتی ہیں تو
 خوشیاں جنم لیتی ہیں۔

